

علت خوشبختی یا بدبختی قرآن کی نگاہ میں

<?xml encoding="UTF-8">

بسم الله الرحمن الرحيم

قرآن کریم کی متعدد آیات و روایات سے استفادہ ہوتا ہے کہ استغفار اور ترک گناہ انسان کے مال اور معاشرے کی تعمیر و آبادی وغیرہ میں فراوانی، وسعت اور خوشبختی کا باعث ہے جبکہ اس کے برعکس خدا کی نافرمانی اور دوسروں پر ظلم کرنا، فقر و بدبختی کا سبب بنتا ہے۔ اس معیار کی بنیاد پر بہت سارے افراد جو اپنی زندگی میں متعدد مشکلات میں مبتلا ہیں وہ اپنے اعمال اور کردار پر توجہ کرتے ہوئے، قرآن مجید کے شفا بخش نسخہ کے ذریعہ، اپنی مشکلات اور فقر و تنگدستی سے نجات حاصل کرسکتے ہیں۔

فقر و مصیبت سے گناہ کا تعلق

قرآن کریم سورہ شوریٰ آیت ۳۰ میں فرماتا ہے: **وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فِيمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ** (1) اور تم پر جو مصیبت آتی ہے وہ خود تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے آتی ہے اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

ہر مصیبت اور گرفتاری جس میں آپ مبتلا ہوتے ہیں وہ آپ کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے؛ البتہ یہ سب کچھ نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض اثرات ہیں جو انسان تک پہنچتے ہیں اور باقی اثرات معاف کر دیے جاتے ہیں **وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيرٍ** اور وہ بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔ "آیہ شریفہ اچھی طرح بتا رہی ہے کہ یہ مصائب اور عقوبتیں ایک قسم کی سزا اور خداوند متعال کی طرف سے بندے کو خبردار کرنے کے لئے ہیں۔ (اگرچہ کچھ موارد استثناء ہیں) اس ترتیب سے دردناک حوادث اور زندگی کی مشکلات کا فلسفہ واضح ہوتا ہے۔

ایک حدیث شریف میں حضرت امام علی علیہ السلام، حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا: **"خير آية في كتاب الله هذه الآية (و ما اصابكم من مصيبة...)، يا علي ما من خدش عود و لا نكبة قدم الا بذنب وما عفي الله عنه في الدنيا فهو اكرم من ان يعود فيه و ما عاقب عليه في الدنيا فهو اعدل من ان يثني علي عبده.**

قرآن مجید میں یہ **(و ما اصابكم من مصيبة...)** بہترین آیت ہے، ای علی! انسان کے جسم پر اگر کوئی خراش آتی ہے یا قدم لرزتا ہے تو وہ اس کے گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے؛ اور اللہ تعالیٰ نے جس گناہ سے دنیا میں درگزر کیا ہے پھر وہ گرامی و بزرگوار ہے اس سے کہ دوبارہ مؤاخذہ کرے۔ اور جس گناہ پر دنیا میں عقاب کیا ہے وہ عادل ہے اس سے کہ دوبارہ عذاب کرے۔ (۱)

اس طرح کے مصائب انسان کے بار کو ہلکا کرنے کے ساتھ آئندہ کے لئے متوجہ کرتے ہیں کہ خود پر کنٹرول کرے۔ اگرچہ ظاہر آیت عام ہے تمام مصائب اور بلاؤں کو شامل ہے لیکن کچھ موارد مستثنیٰ ہیں مثلاً وہ مصیبتیں جو انبیاء و ائمہ معصومین علیہم السلام پر نازل ہوتی ہیں کہ مقام و منزلت میں رفعت اور بلندی کے لئے ہوتی ہیں۔

اور اس طرح وہ مصائب جو نادانی، عدم دقت، مشاورت نہ کرنے یا اپنے امور میں سہل انگاری کی وجہ سے پیش آتے ہیں وہ ان اعمال کے تکوینی اثرات ہوتے ہیں۔

یا بعض اوقات، غیر معصومین کو پیش آنے والے مصائب بہ خاطر امتحان و آزمائش ہوتے ہیں۔

اس بارے میں قرآن مجید فرماتے ہیں: **وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَ الْجُوعِ وَ نَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَ الْأَنْفُسِ وَ الثَّمَرَاتِ وَ بَشِّرِ الصَّابِرِينَ۔** (سورہ بقرہ: ۱۵۵)۔

اور ہم تمہیں کچھ خوف، بھوک اور جان و مال اور ثمرات (کے نقصانات) سے ضرور آزمائیں گے اور ان صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیجیے۔

بہ الفاظ دیگر متعدد آیات و روایات کے درمیان جمع کرنے کی خاطر ضروری ہے کہ اس آیہ شریفہ (سورہ بقرہ: ۱۵۵) کے عموم کو تخصیص لگائی جائے؛ کیونکہ اس آیہ میں ذکر شدہ اکثر موارد کا تعلق عقوبت اور کفارہ سے ہے اس لئے سورہ شورا کی آیہ ۳۰ میں عام کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔

لیکن اکثر موارد جنبہ کیفری (عقوبت) اور جنبہ کفارہ رکھتے ہیں لہذا آیت ۳۰ سورہ شوریٰ میں بہ طور عموم بیان کات گیا ہے۔

اس بیان کے مطابق ہر گرفتاری اور رنج گناہ کی سزا (کیفر) نہیں ہوتا کیونکہ ان گرفتاریوں کے مختلف اسباب اور علل ہوتے ہیں جن میں سے بعض یہ ہیں:

۱ - انسان کی اندرونی اور بیرونی صلاحیتوں کو ظاہر کرنے اور نکھارنے کیلئے۔

۲- آئندہ کیلئے خبردار کرنا۔

۳- خواب غفلت سے بیدار کرنا، غرور اور مستی سے خبردار کرنا۔

۴- کیفر گناہان،

۵- اکثر اوقات انسان کی نادانی اور سہل انگاری کا نتیجہ ہوتا ہے۔

۶- انسان کی زندگی میں امتحان اور آزمائش کی ضرورت کو بتلانے کیلئے۔ (۲)

ایک حدیث میں نقل کیا گیا ہے کہ: جس وقت حضرت امام علی بن حسین (علیہما السلام)، یزید (لعنة الله) کے سامنے آیا تو امام کی طرف نگاہ کی اور کہا: ”یا علی ما اصابکم من مصیبة فيما کسبت ایدیکم“ ”ای! علی یہ جو آپ کے اوپر مصیبت آئی ہے وہ آپ کے اعمال کا نتیجہ تھی“ (حوادث کربلا کی طرف اشارہ تھا) تو امام نے فوراً اس کے جواب میں فرمایا: (کلاما هذه فينا نزلت، إنما نزل فينا "ما اصاب من مصیبة في الارض و لا في انفسکم الا في کتاب من قبل ان نبرأها ان ذلك علي الله يسير لكيلا تأسوا علي ما فاتکم ولا تفرحوا بما آتاکم) (۳) (فنحن الذين لانأسي علي ما فاتنا من امر الدنيا و لانفرح بما أوتينا) (۴)

ہرگز! یہ آیت ہم اہل بیت کے بارے نازل نہیں ہوئی، بلکہ ہمارے بارے یہ نازل ہوا ہے کہ: کوئی بی مصیبت زمین میں اور آپ کے جسم و جان میں پیش نہیں آتی مگر یہ کہ وہ پہلے سے کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہوتی ہے، اور یہ اللہ پر آسان ہے، تاکہ جو چیز آپ کے ہاتھ سے چلی جائے (فوت ہو جائے) اس پر مایوس نہ ہوں اور جو آپ کو دیا جائے اس پر زیادہ خوش نہ ہوں (مقصد کہ ان دنیاوی چیزوں سے زیادہ دل نہ لگائیں بلکہ یہ آزمائش اور امتحان ہیں)۔

بس ہم اہل بیت، دنیاوی چیز کے چلے جانے پر مایوس نہیں ہوتے اور نہ ہی زیادہ خوش ہوتے ہیں اس پر جو ہمارے پاس ہے۔

جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیہ شریفہ کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا:

کیا آپ کو خبر ہے کہ علی اور اس کے اہل بیت (علیہم السلام) مصائب میں گرفتار ہوئے، کیا یہ ان کے اعمال کی وجہ سے تھا؟ حالانکہ وہ اہل بیت پاکیزہ اور معصوم ہیں؛ مزید فرمایا:

”ان رسول اللہ کان یتوب الی اللہ و یتستغفر فی کل یوم و لیلۃ مائۃ مرۃ من غیر ذنب“

”ہمیشہ توبہ کرتے رہتے تھے اور ہر شب و روز میں ایک سو (۱۰۰) مرتبہ استغفار کرتے تھے بغیر کسی گناہ کے۔“
اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء اور دوستوں کے لیے مصائب مقرر کرتا ہے تاکہ صبر کرنے پر اجر و ثواب دے، درحالانکہ وہ کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے۔ (5)

کبھی مصیبت اجتماعی اور سب کے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے جس طرح سورہ روم آیت ۴۱ میں ارشاد ہوتا ہے:

”ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ“

لوگوں کے اپنے اعمال کے باعث خشکی اور تری میں فساد برپا ہو گیا تاکہ انہیں ان کے بعض اعمال کا ذائقہ چکھایا جائے، شاید یہ لوگ باز آجائیں۔

واضح ہے کہ انسانی معاشرے اپنے اعمال کی وجہ سے پریشان اور گرفتار ہیں۔

سورہ رعد آیت ۱۱ میں ہے کہ:

”لَهُ مُعَقِّبَاتٌ مِّنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهِ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ وَ إِذَا أَرَادَ اللَّهُ بِقَوْمٍ سُوءًا فَلَا مَرَدَّ لَهُ وَ مَا لَهُمْ مِّنْ دُونِهِ مِنْ وَالٍ“

”ہر شخص کے آگے اور پیچھے یکے بعد دیگرے آنے والے اس کے فرشتے (پہرے دار) مقرر ہیں جو بحکم خدا اس کی حفاظت کرتے ہیں، اللہ کسی قوم کا حال یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں اور جب اللہ کسی قوم کو برے حال سے دوچار کرنے کا ارادہ کر لے تو اس کے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں ہوتی اور نہ ہی اللہ کے سوا، ان کا کوئی مددگار ہوتا ہے۔“

ہر قوم یا معاشرہ بشر کی تقدیر اپنے ہاتھوں میں ہوتی ہے خود کو بدلنا ہے۔ اللہ کسی قوم کا حال یقیناً اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں (إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ)۔
اسی طرح دوسری آیات گواہی دیتی ہیں کہ اعمال اور انسان کی زندگی کے تکوینی نظام کے درمیان گہرا رابطہ موجود ہے کہ اگر فطری اصول و قوانین خلقت کے مطابق قدم اٹھائیں اور عمل کریں تو برکات الہی شامل حال ہو نگیں اور اگر بدکار و بد اعمال ہو جائیں تو ان کی زندگی بھی فاسد اور خراب ہو جائے گی۔

یہ مسئلہ ہر فرد کے بارے میں صادق و صحیح ہے جو بھی مرتکب گناہ ہو گا، کسی نہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ (6)

اس بارے میں منابع اسلامی میں متعدد روایات وارد ہوئی ہیں، تتمہ بحث کے اعتبار سے بعض کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

نہج البلاغہ، خطبہ ۱۷۸ میں فرمایا ہے کہ: ”ما کان قوم قط فی غض نعمة من عیش، فزال عنهم، الا بذنوب اجترحوها، لان اللہ لیس بظلام للعبید و لو ان الناس حین تنزل بهم النقم و نزول عنهم النعم، فزعوا الی ربهم بصدق من نیاتہم و ولہ من قلوبہم، لرد علیہم کل شارد و اصلح لہم کل فاسد۔“

کید قوم سے ناز و نعمت زندگی چھینی نہ گئی مگر ان کے گناہوں کی وجہ سے جن کے وہ مرتکب ہوئے کیونکہ اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا پس اگر لوگ نعمتوں کے سلب، اور بلاؤں کے نزول کے دوران خالص نیت اور سچی دل کے ساتھ بارگاہ ربّ العزت میں تضرّع و زاری کرتے اور اس کی طرف متوجّہ و مائل ہوتے تو جو کھو دیا تھا وہ لوٹا دیتا اور سب خرابیوں کو درست کر دیتا۔

”جامع الاخبار“ میں ایک اور حدیث حضرت امام علی (علیہ السلام) سے ذکر کی گئی ہے کہ فرمایا: ”ان البلاء للظالم ادب و للمومن امتحان و للانبیاء درجة و للاولیاء کرامة“۔

بلائیں ظالم کے لیے تادیب، مومن کے لیے امتحان، انبیاء کے لیے درجہ اور اولیاء کے لیے کرامت ہیں۔ (7) یہ حدیث شریف، پہلے مذکور استثنائات کے لیے، ایک واضح دلیل ہے۔

کتاب ”کافی“ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فرمایا: ”ان العبد اذا کثرت ذنوبه ولم یکن عنده من العمل ما یکفرها، ابتلاه بالحرز لیکفرها“۔

جس وقت بندے کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور اس کے پاس جبران کرنے کے لیے کوئی نیک عمل نہ ہو تو خداوند متعال اس کو غم و اندوہ میں مبتلا کرتا ہے تاکہ اس کا جبران ہو جائے۔ (8)

کتاب کافی میں اس بارے میں ایک باب موجود ہے جس میں بارہ احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

یہ سب کچھ نہیں بلکہ ان گناہوں کہ علاوہ اور بھی گناہ ہیں جو اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بندے پر رحم کرتے ہوئے بخش دیتا ہے اور مواخذہ نہیں کرتا۔

کیا ان مصائب اور مشکلات کے سامنے تسلیم ہو جائیں؟

ایسا نہ ہو کہ کوئی اس قرآنی حقیقت سے غلط استفادہ کرے اور مصائب اور مشکلات کے سامنے تسلیم ہو کر ان کا استقبال کرے اور اس درس سے برعکس نتیجہ نکالے۔

کبھی بھی قرآن مجید یہ نہیں کہتا کہ مصائب و مشکلات کے آگے تسلیم ہو جاو اور ان سے نجات حاصل کرنے کے لئے کوئی کوشش نہ کریں اور ظلم، جبر و استبداد اور مشکلات کے سامنے جھک جائیں بلکہ یہ فرماتا ہے کہ تمام تلاش و کوشش کے باوجود بھی اگر مصیبت اور گرفتاری سے چھٹکارا نہیں ملا تو مزید غور و فکر کریں اپنے گذرے پر نگاہ ڈالیں، استغفار و توبہ کریں اور خود کی اصلاح فرمائیں۔

بعض روایات میں، اس آیہ شریفہ کو بترتین آیت بتایا گیا ہے یہ اس کے تربیتی آثار کی وجہ سے ہے جو اس آیہ شریفہ پر مترتب ہوتے ہیں۔ (9)

حوالہ جات:

1. مجمع البیان، جلد 9، صفحہ 31، ذیل آیات مورد بحث.
2. مجمع البیان، جلد 25، صفحہ 128 و 129.
3. 22 و 23 / حدید.
4. نورالثقلین، جلد 4، صفحہ 580.
5. نورالثقلین، جلد 4، صفحہ 581.
6. المیزان، جلد 18، صفحہ 61.
7. بحارالانوار، جلد 81، صفحہ 198.
8. کافی جلد 2، کتاب ”الایمان والکفر“ باب تعجیل عقوبة الذنب، حدیث 2.
9. تفسیر نمونہ، جلد 20 صفحہ 446.

